NJESR/December 2019/Vol-1/Issue-12 E-ISSN-2582-5836

DOI-10.53571/NJESR.2019.1.12.36-50
{Received:15 November 2019/Revised: 30 November 2019/Accepted: 10 December 2019/Published: 28 December 2019}

1

ڈاکٹراسماء عزیز

صدر شعبۂ اُردو

ایم۔ایچ۔ پوسٹ گریجویٹ کالج، مُرادآباد

فرہنگ نویسی کا آغاز وارتقاء

اردو کے مایۂ ناز محقق، زبان داں اور فنِ فرہنگ نویسی ولغات سازی کے ماہر ڈاکٹر شریف احمد قریشی فرہنگ نویسی کے آغاز وارتقاء کے بارے میں لکھتے ہیں

> ''فرہنگ نویسی اہلِ عرب کی دین ہے سب سے پہلے عربوں نے قرآن مجید کے مختلف موضوعات آیات، الفاظ اور سورہ جات وغیرہ کی تشریحات کے ساتھ ساتھ ان کی فرہنگیں مرتب کیں ۔موضوعات کے لحاظ سے قرآن مجید اور احادیثِ رسول کی درجہ بندی کی۔اس کے بعد انگریزی زبان وادب میں مختلف عنوانات سے لغات ،فرہنگیں اور حوالے کی کتابوں مثلاً THESAURUS CONCORDANCE LEXICON (ہم معنی الفاظ کی فرہنگیں) BILINGUAL DICTIONARIES (ذو لسانی لغات)وغیرہ سلسلہ شروع ہوتا ہے''

عالمی ادب میں فرہنگ نویسی کے آغاز وارتقاء کا بنظر تحقیق مطالعہ کیا جائے تو ڈاکٹر شریف احمد قریشی کے مذکورہ بیان سے اتفاق ممکن نہیں ہوگا کیونکہ لاطینی اور یونانی زبانوں میں قبل مسیح میں ہی فرہنگوں کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے ۔۲۵۰ قبلِ مسیح میں یونانی زبان کے ماہر آتھینز (AUTHNEUS) سے کم وبیش ۳۵ فرہنگیں منسوب ۔یونانی رزمیہ شاعر ہومر کی مشہور نظموں ایلیڈ اور اوڈیسی میں مستعمل غیر معروف الفاظ کی تشریح وتعبیر زندوتس (ZENDOTUS) نے گلوسری ہومری کا کے نام سے کی تھی ۔اس طرح لاطینی زبان میں مارکس ویرس فلاکس نے پہلی صدی قبل مسیح میں ہی ایک فرہنگ ترتیب دی تھی ۔غرضیکہ عربوں کی فرہنگ سازی کی طرف توجہ دینے سے صدیوں قبل فرہنگ سازی کی مثالیں دوسری زبانوں میں دستیاب ہیں۔غالباً ڈاکٹر شریف احمد قریشی کا اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام

کی آمد کے بعد عربوں نے باضابطی اور باقاعدگی کے ساتھ فرہنگ سازی کی طرف توجہ دی اور قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کی تشریح وتعبیر کی غرض سے نوع بنوع کی فرہنگ سازی کو اپنا مطمح نظر بنایا۔

ہندوستان میں فارسی لغت نویسی کا آغاز ''فرہنگ قواس'' سے ہوتا ہے جو ساتویں صدی ہجری کے اواخر یا آٹھویں صدی ہجری کے اوائل کی تالیف معلوم ہوتی ہے ۔اس کے مؤلف کا نام فخرالدین مبارک غزنوی ہے جس کا شمار علاءالدین خلجی کے عہد کے ممتاز شاعروں میں ہوتا ہے ۔اس بنا پر یہ بات قرین قیاس ہے کہ ''فرہنگ قواس'' اسی عہد میں مرتب ہوئی ہوگی ۔اس لحاظ سے فارسی کی دریافت شدہ فرہنگوں میں بہ اعتبار قدامت لغت فرس از اسدتوسی (م ۔۴٦۵) کے بعد اسی کا نام آتا ہے ۔انداز عام لغت جیسا ہے الفاظ کی تشریح اور تعبیر میں تفصیل سے کام نہیں لیا گیا اس میں لفظوں کی الفبائی ترتیب کے بجائے موضوع کے اعتبار سے ترتیب سے کام لیا گیا ہے مختلف موضوعات کے متعلق کم وبیش تمام الفاظ اپنے اپنے موضوع کے تحت یکجا کردیے جانے کے سبب یہ مفید اور کارآمد ضرور ہوگئی ہے ۔لفظوں کے انتخاب اور ترتیب میں کسی قدر ندرت سے کام لیا گیا ہے ۔لفظوں کے معانی ومفاہیم کی تعین وتشریح میں مستند اشعار سے اسناد کیا گیا ہے ۔اس فرہنگ کی اوّلیت اور اہمیت کے بارے میں پروفیسر نذیر احمد لکھتے ہیں ۔

> ''فرہنگ اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ ہندوستان میں فرہنگ نویسی کی ابتداء اس سے ہوتی ہے ۔اس کی پیروی میں ہندوستان میں متعدد فرہنگیں لکھی گئیں ۷۷۳ھ یا ۷۴۳ھ میں حاجب خیرات نے دستورالافاضل لکھی ۔
> ۸۲۲ھ میں قاضی خاں بدر محمد نے ادات الفضلاء مرتب کی ان ہی ایام میں بدر ابراہیم نے زنان گویا لکھی اور ۸۳۷ھ میں محمد بن قوام بلخی کرئی ،شارح مخزن اسرار (تالیف ۷۹۵ھ) نے بحرالفضائل مکمل کی ۸۷۹ھ سے قبل ابراہیم بن قوام فاروقی نے شرف نامہ اور ۹۲۵ھ شیخ لاد نے موید الفضلاء لکھی ۔ ۱۰۰۱ھ میں مدارالافاضل اور ۱۰۰۴ھ میں فرہنگ جہانگیری وجود میں آئی ۔ان تمام فرہنگوں کی تیاری میں سوائے موید الفضلاء کے براہِ راست فرہنگ نامہ قواس سے استفادہ کیا گیا اور اسی کی پیروی میں ان تمام کتابوں میں بعض جگہ ہند متبادل الفاظ بھی دیدیے گئے ہیں''

ہندوستان میں فارسی کی جولغتیں تدوین کی گئیں ان میں ''فرہنگِ جہانگیری'' کوسب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ۔اس فرہنگ کی ترتیب کا آغاز اکبرِ اعظم کے زمانے میں ہوگیا تھا تاہم اس کی تکمیل جہانگیر کے زمانے میں ہوئی ۔اس لیے اسے فرہنگ جہانگیری کے نام سے موسوم کیا گیا اس کی ترتیب وتدوین میں کم وبیش ۴۴ کتب لغات سے مدد لی گئی ہے اور سیکڑوں نثری اور شعری تصانیف سے الفاظ کاانتخاب کیا گیاہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں فرہنگ نگاری کے بنیادی اصول کو مدنظر رکھا گیاہے ۔یہ سب سے پہلی فرہنگ ہے جس کی بنیادمتون پر ہے ۔ہر چند عبدالرشید تھوی نے فرہنگ جہانگیری کے بعض بیانات پر سخت تنقید کی ہے تاہم ''فرہنگ رشیدی'' کی ترتیب وتدوین میں اس سے جس قدر استفادہ کیا ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے ۔سراج الدین علی خاں آرزو نے ''فرہنگ جہانگیری اور فرہنگ رشیدی'' پر تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اپنی کتاب ''سراج اللغۃ'' کی ترتیب میں نہ صرف نہایت تحقیق سے کام لیا ہے بلکہ اصول فرہنگ نویسی کوبھی ملحوض رکھا ہے ۔

اس سلسلے میں محمد حسین برہان کی ''برہان قاطع'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہے یہ فارسی کی ایک اہم اور مستند لغت ہے اس کے مشمولات میں وسعت اور جامعیت پیدا کرنے کی عرض سے مصنف نے کثیر تعداد میں ایسے الفاظ شامل کردیے ہیں جو بنیادی طور پر فارسی کے نہیں تھے مصنف نے اس کے دیباچے میں یونانی ،سریانی ،رومی اور عربی الفاظ کی کثرت سے شمولیت کااعتراف کیا ہے ۔اس میں دساتیری الفاظ بھی کثیر تعداد میں شامل ہوگئے ہیں جو مصنف کے نزدیک فارسی الاصل ہیں جبکہ ماہرین لسانیات ان کے فارسی الاصل ہونے سے انکار کرتے ہیں لہٰذا مختلف فرہنگ نویسوں اور ماہرین لسانیات نے ''برہان قاطع'' پراعتراضات کیے۔علم محمد کلیم بن مہدی قلی تبریزی اور سراج الدین علی خان آرزو قابلِ ذکر ہیں ۔مرزا غالب نے اس لغت کوغیر مستند اور نا قابلِ اعتبار ثابت کرنے کی غرض سے اس پر سخت اعتراضات کیے ہیں اور ''قاطع برہان'' کے نام سے اپنی معروضات پیش کیں اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی ادبی حلقوں میں ہلچل پیدا ہوگئی اور جواب ،جواب الجواب ردوقدح کی بازارگرم ہوگئی ۔غالب کی رد میں کتابچے لکھے گئے اس کے جواب میں غالب کے حامیوں نے رسالے لکھے نتیجہ کے طور پر درجنوں کتابیں اور رسالے معرض وجود آگئیں ۔ان میں سے چند کے نام اس طرح ہیں ''محرق قاطع برہان'' (سید سعادت علی) ''ساطع برہان '' (مرزا رحیم بیگ)''موئید برہان ''(آغا احمد علی شیرازی جہانگیری)''قاطع القاطع''(امین الدین امین علوی)''لطائف غیبی''(میاں داد خاں سیاح)''تیغ تیز'' ''شمشیر تیزتر'' وغیرہ بعد میں ہمارے زمانے کے عظیم محقق قاضی عبدالودود نے ''غالب بحثیت محقق'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا

جس میں ''برہان قاطع'' پر غالب کے اعتراضات کا بھی تفصیلی جائزہ لیا اور غالب پر سخت تنقید کی ۔اس کا جواب ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ''ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں'' کے عنوان سے مضمون لکھا جس میں قاضی عبدالودود کے اعتراضات کو دلیلوں کے ساتھ رد کیا۔ غالب نے ''برہان قاطع'' پر کل ایک سو چوراسی اعتراضات کیے تھے ۔پروفیسر نذیر احمد نے ان پر تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالی اور مختلف لغتوں اور فرہنگوں کی مدد سے ان اعتراضات کی صحت یا عدم صحت کا محاکمہ پیش کیا جو ''نقد قاطع برہان مع ضمائم'' عنوان سے غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے ۱۹۸۵ء میں کتابی شکل میں شائع ہوئی ۔

ان کے علاوہ ''فرہنگ رشیدی از عبدالرشید (۱۸۷۲ء)'' ''کشف اللغات'' از عبدالرحیم (۱۸۷۴-۷۵ء) لطائف اللغات معروف بہ فرہنگ لغات مثنوی مولانا روم از عبداللطیف (۱۸۷۷ء) لغاتِ سروری از غلام سرور (۱۸۷۷ء) ''بہار عجم'' از ٹیک چند بہار (۱۸۷۹ء) ''ہفت قلزم'' (۷؍جلدیں) از قبول محمد (۱۸۷۹ء) 'فرہنگ آنند راج'' (۳؍جلدیں) از محمد بادشاہ (۱۸۸۹ء) آصف اللغات (۱۷؍جلدیں) از شمس العلماء نواب عزیز جنگ (۱۹۰۴ء- ۱۹۲۷ء) اور ''غیاث اللغات'' از غیاث الدین رامپوری (۱۹۲۱ء) فارسی کے معتبر و مستند لغات ہیں ۔''لطائف اللغات'' کو چھوڑ کر باقی تمام کا انداز عام لغتوں جیسا ہے ۔اکثر لغتوں میں فارسی اشعار سند کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ۔ان میں '' آصف اللغات'' سب سے زیادہ ضخیم اور مستند لغت ہے ۔اس میں صرف ج تک کے الفاظ شامل ہو سکے ہیں مصنف نے لفظوں کے انتخاب، ترتیب اور تشریح میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے ۔اس میں کثرت سے اردو کے مترادف الفاظ ملتے ہیں ۔

اردو میں لغت نویسی کے اولین نقوش کی تلاش کی ابتداء عربی میں قبل اسلام کی شاعری اور ابتدائے عہدِ اسلام کے ادب میں خاص مقدار میں پائے جانے والے ہندی الفاظ سے کی جا سکتی ہے ۔اس طرح قرآن مجید میں مسک ،زنجبیل اور کافور جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں ۔اس کے علاوہ نہ صرف ایرانی بلکہ عرب سیاحوں مثلاً سلیمان تاجر (۲۳۷ھ) اور ابو زید حسن الرانی (۲۶۴ھ) کے سفرناموں اور دوسری عربی تحریروں میں ناریل، دیپ، جزر (گجر) صندل (چندن) جیسے الفاظ بکثرت ملتے ہیں اس طرح ہندوستان میں بھی فارسی اور ہندی کے اختلاط کے زیر اثر ہندی الفاظ پہلے مفرد لفظوں کی شکل میں فارسی کتابوں میں داخل ہونا شروع ہوئے پھر ہندی محاورات بعینہٖ یا ترجمہ ہو کر فارسی تحریروں کا جزو بننے لگے ۔فارسی لغت کی کتابوں میں جو کہ بیشتر ہندوستان میں مرتب ہوئیں الفاظ کی فارسی تشریحوں کے ساتھ ساتھ بعض ہندی مترادفات بھی دیے جانے لگے تا کہ ہندوستان کے عام خواندہ لوگ ہندی مترادفات کی مدد سے فارسی الفاظ کے صحیح معنی سے واقف ہو سکیں چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے اواخر میں فضل الدین محمد بن قوام بحر الفضائل فی منافع الافاضل تالیف کی اصلاً

یہ فارسی زبان کی لغت ہے لیکن اس کے چوتھے باب میں فارسی شاعری میں مستعمل ہندی الفاظ کو درج کیا گیا ہے۔ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری نے اسے اردو لغت نویسی کی اوّلین کوشش قرار دیا ہے۔پروفیسر محمود شیرانی نے ''فارسی زبان کی ایک قدیم فرہنگ میں اردو زبان کا عنصر'' کے عنوان سے اپنے مضمون میں جس کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔اردو کے عظیم محقق امتیاز علی خاں عرشی نے بھی اپنے مضمون ''ظہور الاسرار اور مظہر کوھ ''میں اس پر تبصرہ کیا اور ان سب کا محاکمہ پروفیسر خدیر احمد نے اپنے مضمون ''ظہور الاسرار نامی اور مظہر کوھ'' میں پیش کیا۔ان محققین کی اس طرف توجہ سے اس کتاب لغت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اردو لغت نویسی کے ارتقاء میں ان دولسانی یا سہ لسانی نصاب ناموں (منظوم فرہنگوں) کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے جن میں عربی و فارسی الفاظ کے اردو مترادف منظوم کیے جاتے تھے ان نصاب ناموں کی ترتیب کا آغاز دسویں صدی ہجری میں ہوگیا تھا۔اردو کے ان ابتدائی نصاب ناموں کے بارے میں اب تک محققین متفق نہیں ہو پائے ہیں کہ ''خالقِ باری'' یا ''حفظ السان'' امیر خسرو کی تصنیف ہے یا عہد عالم گیر کے ایک شخص ضیاء الدین خسرو کی اور یہ کہ پہلی منظوم فرہنگ خالقِ باری کو قرار دیا جائے یا ''لغات گجری'' کو۔خاطر نشان رہے کہ ''لغات گجری'' کو مکمل لغت اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اس میں ترتیب اندراج کر التزام بھی ملتا ہے۔عربی لفظ عربی کے کالم میں فارسی لفظ فارسی کے کالم میں اور اردو لفظ اردو کے کالم میں لکھا گیا ہے۔حاشیہ میں مختلف لغات کے حوالوں سے ہر لفظ کی عربی یا فارسی زبان میں تشریح کی گئی ہے۔داخلی شواہد کی بنا پر پروفیسر نجیب اشرف ''لغات گجری'' کو خالقِ باری سے پہلے کی تصنیف مانتے ہیں کیونکہ اس میں شامل اردو الفاظ کی جو شکلیں ملتی ہیں وہ خالقِ باری کی شکلوں سے قدیم تر ہیں لیکن ڈاکٹر سید عبداللہ عہد ہمایونی کی تصنیف ''قصیدہ در لغات ہندی'' مؤلفہ حکیم یوسف ہروی کو زیادہ قدیم قرار دیتے ہیں اس کے بعد اجے چند پسر دساکن شہر سکندر آباد نے ۹۶۰ھ میں ایک لغاتی نصاب نامہ لکھا۔اس میں اس کا نام کہیں بھی مذکور نہ ہونے کے سبب مولوی عبدالحق نے اس کو مثل خالق باری سے موسوم کیا بہر کیف خالق باری کے بعد لغاتی نصاب ناموں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا یہاں تک کہ ایک ہی نام کے مختلف نصاب نامے مختلف ادوار میں مختلف مصنفین نے لکھے ان نصاب ناموں میں چند کے نام اس طرح ہیں ''اللہ خدائی'' (تجلی) ''رازق باری'' (اسماعیل) ایزدِ باری (کھتری مل پرشامل داس) اسی زمانہ میں ''حمد باری'' یا رسالہ ''جان پہچان'' کے نام سے میر عبدالواسع ہانسوی نے ایک نصاب نامہ لکھا جن میں دواؤں، میواؤں اعضاء انسانی الفاظ قرابت وغیرہ عربی فارسی اور ہندی تینوں زبانوں میں لکھنے کا اہتمام کیا۔اسی زمانے کی ایک اور سہ لسانی لغت ''قوۃ الکلام''

(عضدالدین جعفری) کی بھی ملتی ہیں۔ تیرھویں صدی ہجری میں مختلف موضوعات پر کثرت سے نصاب نامے تالیف کیے گئے جن میں خالق باری اکرم،صفت باری، واسع باری، اللہ باری، ناصر باری، اعظم باری، صادق باری وغیرہ قابل ذکر ہے ۔ان نصاب ناموں کا مقصد بھی فارسی کے ذریعے اردو الفاظ کی تعلیم اور کبھی اردو کے ذریعے عربی، فارسی الفاظ کی تعلیم رہا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی سید انشاء اللہ خاں انشاء کی (دریائے لطافت) ہے انشاء پہلے شخص ہیں جنھوں نے زبان اردو کی اہمیت کے پیش نظر اس کے قواعد ولغت مرتب کرنے کی ضرورت محسوس کی مولوی عبدالحق کے بقول

> ''انشاء پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو زبان اس کی لغت محاورے اور اس کی صرف ونحو پر غور کیا۔ان کی دریائے لطافت بے مثل کتاب ہے جو ان کی لسانی قابلیت وسعتِ نظر اور ذوقِ صحیح پر شاہد ہے۔اگرچہ اس کتاب کو لغت کے ذیل میں شریک نہیں کیا جاسکتا لیکن اس میں زبان کی لغت کا بہت کچھ سامان ہے اور اردو کی کوئی لغت اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتی''

لیکن صحیح معنوں میں عہد ، عالم گیری کے ملّا عبدالواسع ہانسوی کی ''غرائب اللغات'' کو اردو کی پہلی باقاعدہ لغت قرار دیا جاسکتا ہے ۔اس میں صرف ہندی الاصل اردو الفاظ کی بنیادی اندراج کی حیثیت سے فارسی زبان میں تشریح کرنے کے علاوہ ان کے عربی وفارسی مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔اس کا مقصد فارسی داں طبقہ کو عوام کی زبان سمجھنے میں مدد کرنا تھا چونکہ مصنف کے سامنے اردو لغت کی کوئی مثال موجود نہیں تھی اس لئے انھوں نے فارسی لغات کو معیار بنایا۔

خاطر نشان رہے کہ مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر سید عبداللہ نے ملّا عبدالواسع ہانسوی کو اردو کا پہلا لغت نویس قرار دیا۔

''صمد باری'' یا ''رسالہ جان پہچان'' کو میر عبدالواسع ہانسوی نے چونکہ تدریسی ضرورت کے تحت صرف بچوں کے لئے لکھی تھی اس لئے اس کے تدریسی انداز کا جواز ہے لیکن انھوں نے غرائب اللغات میں بھی یہی مدرسانہ انداز روا رکھا ہے چنانچہ اس میں بھی ان کی تشریحیں عام طور پر سطحی انداز کی ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

اس لغت کی تالیف کے وقت ان کے مدنظر متوسط درجے اور عام ذہن کے طالب علم ہی تھے۔ حالانکہ اس کے حاشیہ سے پتہ چلتا ہے انھوں نے تالیف کے وقت فارسی لغات کی وقت گردانی ضرور کی تھی تاہم وہ اسے سطحی ہونے سے نہیں بچاسکے۔ چنانچہ اردو کے اکثر عربی وفارسی مترادفات کے سلسلہ میں وہ ان کے باریک امتیازات میں فرق قائم کرنے سے قاصر رہے۔

سراج الدین علی خاں آرزو کی ''نوادرالالفاظ'' (سن تصنیف ۱۷۵۲ء) اردو کی دوسری لغت ہے جو ''غرائب اللغات'' کی تصحیح وتتمہ ہے۔ خان آرزو نے تحقیق وتنقید سے کام لے کر ''نوادرالالفاظ'' کو اعلیٰ لسانی، ادبی، تنقیدی اور تحقیق خصوصیات کا حامل بنادیا ہے۔ ''نوادرالالفاظ'' مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ کو انجمن ترقی اردو پاکستان نے ۱۹۵۱ء میں شائع کردیا ہے۔ اس لغت کی اہمیت کے سلسلے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ

> ''خان آرزو نے غرائب اللغات کی تصحیح ہی نہیں کہ بلکہ بہت کچھ اضافہ بھی کیا ہے یہ کتاب غرائب اللغات سے حجم میں بھی زیادہ ہے۔ غرائب اللغات میں لفظ کے معنی اقتصار کے ساتھ دیے گئے ہیں مگر خان آرزو نے معنی کے ساتھ اکثر الفاظ کی تحقیق بھی کی ہے اور جگہ جگہ فارسی اور ہندی کے اشتراک وتوافق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ غالباً یہ پہلے شخص ہیں جن کی نظر اس لسانیاتی نکتہ کی طرف گئی۔ غرائب کے الفاظ کی تصحیح میں کاوش کی ہے اور داد تحقیق دی ہے۔ اگرچہ نوادرالالفاظ باعتبار صحت و تحقیق غرائب اللغات سے کہیں بڑھی ہوئی ہے لیکن تقدم کی فضیلت ملا عبدالواسع کو حاصل ہے''

فنِ لغت نویسی کی تاریخ میں مولوی احدالدین بلگرامی کی ''نفائس اللغات'' (سن تصنیف ۱۸۳۷ء) خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں اردو الفاظ کی فارسی تشریح کے ساتھ عربی مترادفات بھی دیے گئے ہیں اور تینوں زبانوں کے الفاظ کے تلفظ کو بھی عبارت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ لغت ۱۸۶۹ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس میں سند کے طور پر اردو کے بجائے فارسی اور عربی کے اشعار نقل کیے گئے ہیں اور اس میں محاورات کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ سابقہ لغات کے مقابلہ میں زیادہ ضخیم ہے۔

مرزا اوسط علی رشک شاگرد ناسخ نے ''نفس اللغۃ'' کے نام سے ایک ضخیم لغت کی تالیف کا منصوبہ بنایا جس کی

پہلی جلد ۱۸۴۴ء میں مکمل ہوئی اس میں اردو الفاظ کے معنی فارسی میں وضاحت کے ساتھ دیے گئے ہیں اس کو لغت کے بجائے فرہنگ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔کہیں الفاظ کی تشریح بہت مختصر ہے اور بعض جگہ تشریح ناقص ہے۔اس طرح محاورات بھی بہت کم دیے گئے ہیں۔اس میں اردو الفاظ کے سلسلہ میں کوئی سند یا نظیر نہیں دی گئی ہے لیکن چونکہ رشک خود ایک باکمال شاعر اور ناسخ کے شاگرد رشید تھے اس لئے لغات کے سلسلہ میں ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی ہے۔اس لغت کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی جسمیں صرف ت تک کے الفاظ شامل ہیں۔

سید احمد دہلوی کی ''فرہنگ آصفیہ'' اردو زبان کی پہلی مفصل اور جامع لغت ہے۔اس کی پہلی جلد ۱۸۸۷ء میں اور چوتھی اور آخری جلد ۱۹۱۸ منظر عام پر آئی اس میں اردو، فارسی، ہندی، سنسکرت کے علاوہ انگریزی، لاتینی، سریانی اور رومن زبانوں کے ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔اس میں الفاظ، محاورات، مصطلحات اور ضرب الامثال کے علاوہ اہم شخصیات و مقامات کو بھی شامل کرلیا گیا ہے جس کے سبب یہ کتاب لغت کے دائرے سے نکل کر انسائکلوپیڈیا کے حد میں داخل ہوگئی ہے۔اس میں الفاظ کے معنی و مفاہیم کی تعیین وتشریح میں اساتذہ کے کلام کو سند کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔''فرہنگِ آصفیہ'' جلد اوّل کے پہلے باب میں سید احمد دہلوی نے اردو زبان کی پیدائش وارتقاء اور تاریخی اعتبار سے الفاظ کی سرگذشت پر جن عالمانہ انداز سے بحث کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سید احمد دہلوی ماہر لسانیات بھی تھے۔اس لغت کے بعض بیانات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی جامعیت اور ہمہ گیریت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔مولوی عبدالحق اس فرہنگ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ''اردو لغات پر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ان سب میں جامع مکمل اور سب سے کارآمد مولوی سید احمد دہلوی کی فرہنگ آصفیہ ہے...ایک تنہا شخص جس قدر محنت کاوش اور تحقیق کر سکتا ہے انھوں نے اس کا حق ادا کیا اور ایسا بڑا کام کیا کہ اردو زبان ہمیشہ ان کی زیر بار منت رہے گی۔گو الفاظ کی تحقیق میں غلطیاں بھی ہیں۔بہت سے الفاظ اور بعض محاورے بھی چھوٹ گئے ہیں۔زمانہ حال کی رو سے بہت اضافے کی ضرورت ہے بعض جگہ بے جا طول نویسی سے کام لیا ہے۔تاہم یہ کتاب ایسی ہے کہ مصنف کو داد نہ دینا ظلم ہوگا''

اردو کے مایۂ ناز محقق قاضی عبدالودود نے ''تبصرہ فرہنگِ آصفیہ'' کے عنوان سے ایک طویل تبصرہ کر کے اس کے

استقام کواجاگر کیا تھا جو خدا بخش لائبریری جرنل (پٹنہ) میں چار قسطوں میں شائع ہوا۔ خاطر نشان رہے کہ فرہنگِ آصفیہ کی تدوین کافی پہلے سید احمد دہلوی ''مصطلحات اردو'' کے نام سے ایک لغاتی مجموعہ ۱۸۷۱ء مدون کر چکے تھے جسے بعد میں'' ارمغان دہلی'' کے نام سے مختصر رسالوں کی شکل میں ۱۸۷۸ء میں شائع کرنا شروع کیا اور اس کے متعدد رسالے شائع کرنے کے بعد بالآخر اسے ۱۸۸۸ء میں ''لغات اردو'' (خلاصہ ارمغان دہلی) کے نام سے کتابی شکل میں شملہ سے شائع کیا۔

۱۹۱۹ء میں منشی لالتا پرشاد شفق لکھنوی کی ''فرہنگ شفق'' منظر عام پر آئی اس میں صرف ناسخ، آتش، غالب اور ذوق کی شاعری میں استعمال ہونے والے محاوروں میں شامل کیا گیا ہے اور سند کے طور پر ان شاعروں کے کلام سے اشعار پیش کیے گئے ہیں۔

امیر مینائی باکمال شاعر، لفظوں کے مزاج شناس، زبان داں اور محاورات پر گہری نظر رکھنے والے عالم تھے۔ انھوں نے ''امیر اللغات'' کے نام سے ایک ضخیم لغت کی تدوین کا منصوبہ بنایا اور اس میں بڑی تحقیق اور جستجو اور عرق ریزی سے کام لیا لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی اس لئے صرف شروع والے الفاظ اور محاورات پر مشتمل اس کی پہلی جلد شائع ہو سکی۔ اس میں فرہنگ آصفیہ کی طرح الفاظ و محاورات کی تشریح و تعبیر میں اساتذہ کے کلام سے اسناد کیا گیا ہے۔

مولوی نورالحسن نیّر کاکوروی جو اردو کے مشہور نعت گو شاعر محسن کاکوروی کے صاحبزادے تھے نے چار جلدوں پر مشتمل ''نوراللغات'' کے نام سے ایک ضخیم لغت کی تالیف کی جس کی پہلی جلد ۱۹۲۴ء اور آخری جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی اس میں الفاظ و محاورات کی تعبیر تشریح میں نہ شرح و بسط سے کام لیا گیا ہے اور نہ ہی اشعار سے اسناد کیا گیا ہے۔ بالاستیعاب مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مؤلف نے فرہنگِ آصفیہ سے بھرپور طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

اردو لغت میں مرزا محمد مہذب لکھنوی کی ''مہذب اللغات'' کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے یہ بڑی مفصل جامع اور ضخیم لغت ہے اس کی پہلی جلد ۱۹۵۸ء اور آخری (۱۴ رویں) جلد ۱۹۸۹ء منظرِ عام پر آئی اس میں الفاظ، محاورات، اصطلاحات اور ضرب الامثال کے علاوہ اہم شخصیات، مقامات اور واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ الفاظ و محاورات وغیرہ کی تشریح و تعبیر کے وقت حسبِ ضرورت کسی شعر یا نثر پارے سے اسناد کیا گیا ہے۔

اردو کی سب سے زیادہ ضخیم، جامع اور مفصل لغت ترقی اردو بورڈ کراچی سے شائع ہونے والی اردو لغت ہے جس کو تاریخی اصول پر آکسفورڈ ڈکشنری (کلاں) کے طرز پر مرتب کیا گیا ہے اس کا منصوبہ مولوی عبدالحق نے بنایا تھا۔ اس کی تیاری میں صفِ اول کے دانشور، ماہرین لسانیات و لغت نویس اور دیگر علوم و فنون کے ماہری نے اپنی خدمات پیش کی ہیں

۔ایک منصوبے تحت الفاظ ومحاورات کے کم وبیش ۱۴ر لاکھ کارڈ تیار کیے گئے اور بعد میں تنقید وتنقیح کے عمل سے گزار کران کو حتمی شکل دی گئی ۔اس لغت کی پہلی جلد میں تعارف کے عنوان سے ایک صراحت شامل ہے جس میں اس لغت میں برتے گئے اصول،طریقئہ کار اور حدود کار کی وضاحت کی گئی ہے ۔اس میں کہا گیا ہے کہ

> ’’آکسفورڈ ڈکشنری (کلاں) کے نمونے پر جو ابتدائی خاکہ تیار کیا گیا اس کا تقاضا یہ تھا کہ ابتداء سے لے کر موجودہ دور تک کے اردو ادب کا ایک ایسے نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جائے کہ ہر لفظ بلکہ اس کی ضمنی شقوں کی بھی مثالیں شروع سے لے کر آخر تک ہر دور سے مہیا کی جاسکیں، کیونکہ کسی لفظ کی قدامت اور عہد بعہد استعمال میں ترک واختیار کی پوری کیفیت اسی صورت سے ظاہر ہوسکتی ہے ۔بعض الفاظ کسی موڑ پر آکر متروک ہوجاتے ہیں یا ان کا رواج محدود ہوکر رہ جاتا ہے ۔یہی حال معانی کا ہے ۔کسی عہد میں کوئی لفظ کسی خاص معنی کا حامل ہوتا ہے اور بعد میں اس معنی کو کسی حد تک متروک یا نامقبول سمجھا جاتا ہے ۔اس کے برعکس ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ ساتھ الفاظ نئے معنی قبول کرتے رہتے ہیں ۔۔۔چونکہ یہ ایک تاریخی لغت ہے جو جدید لسانیاتی اصول پر مرتب کی گئی ہے ۔لہٰذا آکسفورڈ ڈکشنری کی طرح اس میں بھی جدید وقدیم ،متروک ورائج سبھی قسم کے الفاظ درج کیے گئے ہیں ۔ایک طرف عام بول چال کے الفاظ ہیں تو دوسری طرف علمی وفنی اصطلاحات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ۔کہاوتوں اور محاوروں کا بڑی حد تک احاطہ کیا گیا ہے‘‘

اردو کے لغت نویسوں نے محاورات ،امثال اور مصطلحات کی لغات تالیف کرنے میں بھی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے ۔نیاز علی بیگ نے بڑی تحقیق اور تلاش کے بعد اردو محاورات اور مصطلحات کی ایک ضخیم لغت ’’مخزن الفوائد‘‘ کے نام سے ترتیب دی جو ۱۸۸۶ء میں منظر عام پر آئی ۔

۱۸۸۶ء میں چرنجی لال نے عوام کے ہر طبقہ میں رائج دس ہزار محاورات وامثال کو ’’مخزن المحاورات‘‘ کے نام سے مرتب کرکے محبِ ہند، فیض بازار دہلی سے شائع کیا اس میں ایسے محاورات کو بھی شامل کیا گیا ہے جو اس زمانے میں غیر مسلم

معاشرے میں رائج تھے۔تشریح کا انداز عام فہم اور واضح ہے۔اکثر مقامات پر اشعار سے استفادکیا گیا ہے۔

مرزا محمد مرتضیٰ عرف مچھو بیگ عاشق لکھنوی نے اردو محاورات کی ایک ضخیم لغت کی تدوین کا منصوبہ بنایا جس کی پہلی جلد ۱۸۸۸ء ''بہارِ ہند'' کے نام سے شائع ہوئی۔

۱۸۹۰ء میں مولوی اشرف علی لکھنوی نے ''مصطلحات اردو'' کے نام سے اصطلاحات کی ایک لغت مطبع نامی لکھنؤ سے شائع کی جو نسبتاً کم جامع ہے۔دوسری شمس الدین فیض حیدرآبادی کی ''خزائن الامثال'' تھی جس میں محاورات وامثال اور اصطلاحات کو شامل کیا گیا تھا اور الفاظ ومحاورات کی سند اساتذہ کے اشعار سے پیش کی گئی تھی۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے ۱۸۹۰ء میں ''جامع اللغات'' کے نام سے ایک لغت تالیف کی جو ۱۸۹۲ء میں منظر عام پر آئی یہ بنیادی طور پر عربی، فارسی اور اردو الفاظ ومحاورات کی ایک سہ لسانی لغت ہے۔

اردو کے بلند پایہ محقق پروفیسر مسعود حسن رضوی نے فارسی اور عربی کے ان اقوال واشعار کو بڑی تحقیق وتلاش کے بعد جمع کیا ہے جو کثرت استعما کے سبب ضرب الامثال بن گئے ان کو ''فرہنگ امثال'' کے نام سے کتابی صورت میں ۱۹۳۹ء شانتی پریس الہ آباد سے شائع کیا۔''اردو مترادفات'' کے نام سے احسان دانش نے ''اردو مترادفات'' کی ایک لغت ترتیب دی جس کو مرکزی اردو بورڈ پاکستان نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔

خواتین کی زبان اور محاورات بھی لغت نویسوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہے ہیں چنانچہ ایسی کئی لغات معرض وجود میں آئیں جن میں خواتین کے مخصوص الفاظ، محاورات ومصطلحات کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس سلسلے کی سب سے پہلی کتاب سید امجد علی اشہری کی ''لغات الخواتین'' (تالیف ۱۹۷۰ء ہے جس میں خواتین کے مخصوص محاورات ومصطلحات اور الفاظ جمع کیے گئے ہیں اور ان کے معنی ومفاہیم کی تشریح اور محل استعمال کو بھی درج کیا گیا ہے۔اس سلسلے کی دوسری اہم کوشش فرہنگِ آصفیہ کے مؤلف سید احمد دہلوی کی ''لغات النساء'' ہے جو پہلی بار ۱۹۱۷ء میں منظر عام پر آئی۔سید احمد دہلوی فرہنگ نویسی کے استاد مانے جاتے ہیں۔اس اعتبار سے ان کی یہ کتاب لغت تحقیق وتنقید کے معیار پر پوری اترتی ہے اور لغات نسواں کے سلسلے میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔اس میں بقول مؤلف

اس سلسلے کی ایک اہم لغت منیر لکھنوی کی ''محاورات نسواں وخاص بیگمات کی زبان (سن اشاعت ۱۹۳۰ء) ہے اس میں بڑی تحقیق وتلاش کے بعد خواتین کے مخصوص محاورات، مصطلحات اور الفاظ جمع کیے گئے ہیں اور ان کی تشریح وتعبیر کی گئی ہے۔وحیدہ نسیم کی ''نسوانی محاورے'' (شائع کردہ سیما پریس دہلی ۱۹۸۲ء) بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

لغت نویسوں نے دکنی زبان کو بھی اپنی فکر و تحقیق کا مرکز بنایا ہے چنانچہ دکنی اردو کی پہلی لغت شعار احمد ہاشمی کی مرتب کردہ ''دکنی لغت'' جو علامہ عمادی کی تقریظ کے ساتھ مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد سے شائع ہوئی۔اس میں سن اشاعت درج نہیں ہے یہ جیبی سائز کی مختصر لغت ہے۔دکنی زبان کی سب سے زیادہ جامع اور مفصل لغت اردو کے مایہ ناز محقق و ماہر لسانیات پروفیسر مسعود حسین خاں نے ڈاکٹر غلام عمر خاں کے اشتراک سے ترتیب دی ہے جو ۱۹۶۹ء میں منظر عام پر آئی اس میں دکنی زبان کے الفاظ و محاورات کی تشریح و تعبیر میں دکنی زبان کے مستند شاعروں اور نثر نگاروں کی استفاد کیا گیا پروفیسر مسعود حسین خاں اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں

> ''یہ قدیم دکنی اردو کی لغت ہے جس کا تمام تر مواد اس زبان کے مخطوطات اور مطبوعات سے حاصل کیا گیا ہے اس قسم کا کوئی کام نہ اب تک تجویز ہوا اور نہ تکمیل کیا گیا ہے تاہم مجھے اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ اس کی حیثیت نشان راہ کی ہے، منزل کی نہیں''

اردو میں قرآن و حدیث کی ترتیب و تدوین کی طرف بھی لغت نویسوں نے توجہ دی ہے۔سب سے پہلے مولانا شہید الدین احمد نے ''لغات القرآن'' کے نام سے ایل لغت کی تدوین کی جو ۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آئی۔اس میں لفظوں کے صرف معانی کیے گئے ہیں۔ان کی تشریح نہیں کی گئی ہے اس لئے عام قاری اس سے استفادہ کرنے سے قاصر رہتا ہے۔اس سلسلے کی سب سے اہم کڑی ''مکمل لغات القرآن'' ہے جو ۶ رجلدوں پر مشتمل ہے یہ انتہائی جامع اور مفصل لغت ،مولانا عبد الرشید نعمانی اور مولانا عبد الدائم جلالی کی تحقیق و جستجو کا نتیجہ ہے۔قرآن مجید میں بعض الفاظ کئی جگہوں پر کئی الگ الگ معنوں میں استعمال ہوئے ہیں مؤلفین نے اس سلسلے میں میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ جن مقامات پر جن معنوں میں وہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی تشریح کر دی جائے۔اگر کسی لفظ کی تشریح میں کوئی موضوع ،حدیث یا قول صحابی یا قولِ تابعی بھی مل گیا ہے تو اسے بھی نقل کر دیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ارض القرآن و اعلام القرآن کی تفصیلات بھی درج کی گئی ہے۔اس لغت کے مشمولات اور طریقہ کار کے سلسلے میں مولانا عبد الرشید نعمانی پیش لفظ میں لکھتے ہیں

> ''تمام الفاظ کی ضروری تشریح اور تفصیل کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔کسی لفظ کی تشریح یا اس کے معانی کی تحقیق میں جہاں مفسرین ،فقہاء اور اہلِ لغت وغیرہ کا اختلاف ہے اس کو نقل کر کے قول و فیصل بیان کیا گیا ہے۔جا بجا وہ مناسب فوائد قلم بند کر

> دیے گئے ہیں جو فہم قرآن میں سہولت پیدا کرسکیں۔ چونکہ مقصد ہے کہ منشا قرآن کے مطابق قرآن مجید کا لغت تیار ہو۔اس لئے محض لغت ہی کے تتبع اتفا نہیں کیا بلکہ کوشش کی ہے کہ ہر لفظ کے وہی معنی لکھے جائیں جن معنی میں قرآن مجید میں اس کا استعمال کیا ہے اور معنی علمائے حق نے اس کے سمجھے ہیں''

لغت نویسوں نے لغات حدیث کی تدوین میں بھی دلچسپی لی ہے۔اس سلسلے کی پہلی بڑی اور اہم کوشش علامہ وحید الدین کیرانوی ''انوارالغہ الملقب بہ وحید اللغات'' ہے یہ نہایت ضخیم اور جامع لغت ۲۸ رجلدوں پر مشتمل ہے ۔اس کی پہلی جلد ۱۹۶۰ء میں اور آخری جلد ۱۹۶۱ء میں بنگلور سے شائع ہوئی ۔اس کے بعض حصے''اسرارالغہ کے نام سے تصحیح واضافہ کے بعد شائع ہوئے ۔اس کی ضرورت اور مقبولیت کے بعد اصح المطابع کراچی نے اس کی مکمل جلدیں دوبارہ شائع کیں ۔پیش لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا مقصد کم استعداد اردودان طبقہ کو حدیث فہمی میں معاونت کرنا ہے۔اس میں حدیث کی تحقیق وتنقیح سے سروکار نہیں رکھا گیا ہے بلکہ بغیر کسی امتیاز کے تمام احادیث کو موضوع بنایا گیا ہے۔

> حکیم غلام جیلانی نے ''مخزن الجواہر'' کے نام سے علم طب کی اصطلاحات سے متعلق ایک ضخیم جامع اور مفید لغت ترتیب دی جس کو ۱۹۲۳ء مرکنٹائل پریس لاہور سے شائع کیا۔

مولوی وحید الدین سلیم ایک صاحب ذوق محقق ایک ذی علم ماہر لسانیات ولغت نویس تھے انھوں نے''وضع اصطلاحات'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کی جس میں اردو میں اصطلاح سازی کے اصول اور مسائل کے بارے میں تفصیلی انداز سے بحث کی گئی ہے ۔اس کے دیباچہ میں اس کے مباحث اور مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''اوّل میں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ اصطلاح کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے ۔پھر وضع اصطلاح کے دو مختلف نظریے پیش کیے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک کا ماننے والا ایک بڑا گروہ ہے دونوں گروہ اپنے اپنے نظریے کی تائید میں دلائل بیان کرتے ہیں ۔وہ سب وضاحت کے ساتھ درج کردیے ہیں ۔آگے چل کر اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ اردو زبان جس خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے ۔اس کا نام آریائی ہے ۔پھر اس خاندان کی زبانوں میں الفاظ سازی کے

14

مشترک اصول پائے جاتے ہیں ان کو بیان کر کے ہر اصول کے متعلق اوّل انگریزی زبان کی کچھ مثالیں اجمالاً درج کی ہیں۔ پھر اردو زبان کی مثالوں میں اردو الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اس تفصیلی بحث کے بعد جس میں اردو زبان کی قدرتی بناوٹ کا خاکہ کھینچا گیا ہے، وہ اصلی اور مرکزی بحث شروع ہوتی ہے جس کے لئے یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔ یعنی وضع اصطلاحات۔ چنانچہ اوّل مفرد اصطلاحیں وضع کرنے کے اصول بتائے گئے ہیں اور پھر اس قسم کی اصطلاحیں وضع کرنے کے طریقے درج کیے گئے ہیں۔ ان اصولوں اور طریقوں کو بیان کرنے کے بعد ایک نہایت اہم اور دلچسپ بات بحث اس بات کی کی گئی ہے کہ ہماری زبان میں ترکیب الفاظ کے کون کون سے طریقے پائے جاتے ہیں۔ اس بحث میں مرکب الفاظ کا جو ذخیرہ درج کیا ہے وہ نہایت کارآمد اور ہماری شاعری اور انشاء پردازی کا مدار اسی ذخیرہ پر ہے۔ غرض اوّل سابقوں اور لاحقوں کے ذکر میں پھر نیم سابقوں اور نیم لاحقوں کے بیان میں مفرد اور مرکب الفاظ کا جو سرمایہ جمع کیا گیا ہے وہ کہیں ایک جگہ نہیں ملے گا، ترکیب الفاظ کے طریقے مندرج کرنے کے بعد مرکب اصطلاحیں وضع کرنے کے بعد اصول بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں ایک ذیل ہے جس میں مرکب اصطلاحات کے بعد بعض اصول کا استعمال مثالیں دے کر بتایا گیا ہے"

اردو میں اپنی نوعیت کی یہ واحد کتاب ہے اس لئے علم و ادب کی دنیا میں اس کی کافی اہمیت ہے۔ اس میں اصطلاح سازی اور لفظوں کی ساخت پر سائنٹفک انداز سے بحث کی گئی ہے۔

حواشی حوالے

۱۔ ازڈاکٹرمحمد ضیاء الدین انصاری۔مقدمہ اردو مثنوی کی فرہنگ۔صفحہ۔۹

۲۔ آقا سید محمد علی۔مقدمہ فرہنگ نظام۔شمسی المطابع۔حیدرآباد۔۱۹۳۹ء صفحہ۔۱۵

۳۔ ڈاکٹر شریف احمد قریشی۔پیش لفظ فرہنگ فسانۂ آزاد اور اس کا عمرانی ولسانی مطالعہ۔

۴۔ پروفیسر نذیر احمد۔ہندوستان کا قدیم ترین فارسی لغت۔فکر ونظر (علی گڑھ) جولائی ۱۹۶۵ء۔صفحہ۔۱۷

۵۔ قاضی عبدالودود۔غالب بحیثیت محقق۔علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۴۹۔۱۹۴۸ء۔صفحہ۔۸

۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ۔مباحث۔مجلس ترقی اردو لاہور ۱۹۶۵ء۔صفحہ۔۱۷

۷۔ ازڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری۔مقدمہ اردو مثنوی کی فرہنگ صفحہ۔۱۳

۸۔ پروفیسر محمود شیرانی۔فارسی زبان کی ایک قدیم فرہنگ میں اردو زبان کا عنصر۔مخزن (لاہور) مارچ اپریل۔۱۹۲۹۔

۹۔ امتیاز علی خاں عرشی۔ظہور الاسرار۔مظہر کڑھ۔معارف (اعظم گڑھ) جولائی اگست ۱۹۴۱ء

۱۰۔ پروفیسر نذیر احمد۔ظہور الاسرار نامی اور مظہر کڑھ۔معارف (اعظم گڑھ) جنوری۔۱۹۶۷ء

۱۱۔ ڈاکٹر نجیب اشرف۔مقدمہ لغات گجری۔ادبی پبلشرز۔بمبئی۔۱۹۶۲ء۔صفحہ۔۱۰

۱۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ۔مقدمہ نوادر الالفاظ۔انجمن ترقی اردو کراچی (پاکستان) ۱۹۵۱ء۔صفحہ۔۲۰